TQ Lesson 191 Surah Shuraa Ayat 69-104 tafseer 2

اب آپ دیکھئے کہ آیت نمبر 83 جسے ہم پڑھ بھی چکے اور مزید ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ آیت نمبر 83 سے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ دراصل آپ کا دعا کرنا اعلان برأت ہے اور اعلان ہجرت ہے۔ اب وہ قوم کو مخاطب کر کے دلائل نہیں دے رہے، دلائل وہ دے چکے توحید کے بھی اور آخرت کے بھی ۔ اب وہ کیا کر رہے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ابو الانبیاء اور متقیوں کے امام، اپنی ذات میں ایک امت اپنے قلبی تاثرات کا، اپنی قلبی کیفیات کا بڑے خوبصورت انداز میں ذکر کرتے ہیں، اپنی قوم کے سامنے اپنے قلبی تاثرات کو رکھتے ہیں کہ شاید کوئی بات میری قوم کے دل میں اتر آئے۔ اگر ان کے دل میں کچھ بھی زندگی باقی ہے

؎ مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ کہیں تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

تو وہ کیا کہتے ہیں کہ اگر تمہارے دلوں میں زندگی کی کوئی رمق موجود ہے تو وہ اپنا تعارف کرواتے ہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ سے کہ اے میرے رب مجھے حکمت عطا کر اور علم، حکمت، فہم، قوتِ فیصلہ اور علم و عمل میں زیادہ کمال دے۔ بعضِ لوگوں نے یہاں معنی نبوت کے بھی لئےآ ہیں اور وہ ساتھ ہی دوسری دعا کرتے ہیں **وَأَلْحِقْنِى بِٱلصَّٰلِحِينَ** نیک لوگوں کے ساتھ میرا الحاق کردے۔ تو وہ اس بات کو محسوس کر رہے ہیں کہ معاشرے میں ہر طرف شرک بکھرا ہے مشرک لوگ ہیں تو اب اس معاشرے میں میرا دم گھٹتا ہے میرا دل گھبراتا ہے۔ تو یہ وہ دعا ہے جو ہجرت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگی ہے۔ تو گویا کہ آپ کا صحبتِ صالح کی دعا کرنا کیا ہے کہ اپنی قوم، اپنے خاندان، اپنے گھر والوں سے اعلان برأت ہے کہ بروں کی جگہ اللہ تعالیٰ مجھے اچھی صحبت دے دے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی **وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ** پھر اس کے بعد آیت 84 میں کیا کہتے ہیں

آیت نمبر 84۔ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ
ترجمہ۔ اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا کر

وَاجْعَل لِّي اور بنا دے میرے لئے **لِسَانَ صِدْقٍ** ذکر شہرت چرچا **صدقٍ** سچی **فِي الْآخِرِينَ** بعد کے آنے والوں میں تو آپ دیکھ لیجئے کہ ایک طرف صحبت صالح مانگ رہے ہیں اور دوسری طرف انہیں اس بات کی بھی فکر ہے کہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو میرے بعد دنیا مجھے کس طرح یاد کرے گی؟ میرے بعد دنیا میرا ذکر کیسے کرے گی؟ تو اب ان کو صرف یہ ہی نہیں کہ میں نیکی کروں میں اچھا بنوں بلکہ یہ فکر ہے کہ میرے ارگرد کے لوگ بھی اچھے ہونے چاہئے تاکہ اور زیادہ نیکی کروں اور اس کے ساتھ پھر وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ **وَاجْعَل لِّي** کہ بنا دے میرے لئے اب آپ دیکھ لیں یہاں پہ بھی ایک طرح سے بڑی تاکید کا انداز ہے کیونکہ حکمیہ صیغہ ہے **اَجْعَل** بنا دے کر دے۔ **لِّي** جو ہے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ لی میں جو **لام** ہے یہ **لام** نفس کے لئے ہے **لسان** کا جو لفظ ہے اس کے معنی ہیں ذکر شہرت چرچہ تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ بنا دے میرے لئے شہرت چرچہ ذکر اور وہ ذکر کیسا ہونا چاہئے؟ **صِدْقٍ** اب آپ دیکھیں کہ ذکر کے ساتھ **صِدْقٍ** کی اضافت ہے **صِدْقٍ** اس کی صف آئی ہے اور اس سے مراد کہ جو میرا چرچہ ہو، جو میری شہرت ہو، جو میرا ذکر ہو، لوگ مجھے یاد کریں تو وہ ذکر جمیل ہونا چاہئے ،اچھی یاد ہو پسندیدہ طریقے سے عمدہ صفت سے لوگ مجھے یاد کیا کریں تو مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ مجھے ایسے پسندیدہ طریقے سکھا دے مجھے ایسی عمدہ نشانیاں عطا کر دے مجھے اپنی دعوت کے فروغ اور استحکام کے لئے ایسی اولاد دے میرے اندر آنے والی

نسلوں میں ایسے لوگوں کو ڈال دے کہ اس سے دین کا فروغ ہو دین کو استحکام ہو اور دین پھیلے اور دین کو پائیداری نصیب ہو کیونکہ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ صدق کے لفظ کے اندر پائیداری اور دوام استمرار پایا جاتا ہے معنی کیا ہے کہ یہ دعوت کا کام جو میں کر رہا ہوں جو مجھے پیغمبر بنایا جا رہا ہے یا مجھے جو شعور حاصل ہے یہ دعوت کا فروغ اور استحکام آنے والی نسلوں میں پھیلنا چاہئے اور پائیداری نصیب ہو وہ پھیلتا ہی رہے بڑھتا ہی رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو جو قبولیت نصیب ہوئی ہے آپ دیکھیں ہمیں تاریخ میں کوئی اس کی مثال نہیں ملتی کوئی ایسی مثال موجود نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل میں جتنے بھی نبی آئے جتنے بھی رسول آئے وہ سب انہی کی دعوت لے کر آئے اور آخر میں کون آیا خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ آئے اور ان کی جو دعوت تھی وہ دعوت ایک عالمگیر دعوت تھی اور ان کی دعوت ایک زندہ جاوید دعوت تھی کہ وہ تمام دنیا والوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے تو گویا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اللّٰہ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ جو میرا ذکرِ خیر ہے وہ ایسا ہو کہ دنیا میں آخر تک رہے اور مفسرین کیا کہتے ہیں کہ یہ جو ہے **لسان صدق** اصل میں کہتے ہیں مفسرین کہ اس کے معنی ہیں اعمال **مَّرْضِيَّةً** وآثار حسنہ اعمالِ **مَّرْضِيَّةً** کا اگر میں پوچھوں کہ کون سے اعمال ہیں تو آپ نفسِ مطمئنہ کو یاد رکھیں نفسِ مطمئنہ جو سورت الفجر کی آخری آیتیں ہیں تو اس میں کیا ہے **يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (27) ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (28) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (29) وَادْخُلِي جَنَّتِي (30)** نفسِ مطمئنہ ایسے عمل کرتی ہے جس سے اللّٰہ راضی ہو جاتا ہے اور پھر وہ اللّٰہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور پھر اللّٰہ تعالیٰ ان کو کہتا ہے کہ آج جنت میں داخل ہو جا تو میرے بندوں میں سے ہے تو اس لئے **لِسَانَ صِدْقٍ** یہ سچی ناموری سچی شہرت اچھا ذکر جمیل اس سے مراد کیا ہے اللّٰہ تعالیٰ تو مجھے ایسے اعمال کرنے کی توفیق دے جو تجھے راضی کر دیں اور دوسری بات ایسے اعمال کے ساتھ ہی آثار حسنہ اس کو شمار کر کے آثار حسنہ ساتھ لکھیں کہ میرے اعمال ایسے ہونے چاہیں آثار کہتے ہیں نشانوں کو اچھے نشان کہ پیچھے والے میرے راستے پر چلیں اور میرا ذکر خیر کریں میری اولاد میں سے آخری زمانے میں نبی آئے اور میری امت پھر میرے دین کو تازہ کرے یعنی آخری نبی اس کی امت میرے دین کو تازہ کرے سمجھ آگئی بات کی۔ اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کیوں کی **لِسَانَ صِدْقٍ** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کیوں کی کہ میرا ذکر جو پیچھے قومیں آئیں گی جو بعد میں لوگ آئیں گے اُس میں اچھے لفظوں میں ہو ایسی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیوں کی کیونکہ ویسے تو اگر آپ دیکھیں تو اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ انسان اپنی عزت کرے یا اپنی تعریف کرے یا اپنی مدح کرے یہ خواہش شرعاً ممنوع ہے پسندیدہ نہیں ہے اور آپ دیکھئے لیکن پھر یہ کہ انسان اپنی تعریف چاہے اچھی شہرت ملے تو پھر کون سی شرائط کے ساتھ یہ جائز ہے اس کے لئے کچھ شرائط ہیں اُس میں پہلی بات جو بہت اہم بات ہے کہ انہوں نے دعا یہ کی تھی کہ آنے والی نسلوں میں میری تعریف اور ثنا ہوا کرے تو یہ حب جاہ نہیں ہے یہ حب آخرت ہے کیونکہ وہ دنیا میں موجود ہی نہیں ہے وہ دنیا سے چلے گئے اور بعد کے لوگ ان کا ذکرِ خیر کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللّٰہ تو مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق عطا کر جو میری آخرت کا سامان بنے میرے نیک اعمال کو دیکھ کر لوگوں کے دل میں اعمال صالح کی رغبت پیدا ہو جو اعمال مرضیہ ہوں گے اللّٰہ کو راضی کرنے والے اعمال ہوں گے وہ اتنے اچھے ہوں کہ آثار حسنہ۔ آثار سیئہ نہیں کہا آثار حسنہ اچھے نشان کہ دوسرے لوگ بھی وہ اعمال صالح کریں تو آپ کی دعا کا نچوڑ کیا ہے کہ دنیا کے اندر کوئی وجاہت مطلوب نہیں تھی کوئی حب جاہ نہیں تھی کوئی دنیا کے نفع حاصل کرنے نہیں تھے جیسے امام ترمذی اور نسائی کی حدیث کا مفہوم ہے کہ "حضرت کعب رضی اللّٰہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے غلے میں چھوڑ دیئے جائیں وہ بکریوں کے ریوڑ کو

اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنی دو خصلتیں انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہیں ایک مال کی محبت دوسری اپنی عزت و جاہ کی طلب"۔ کہ اپنی زندگی میں لوگ عزت اور جاہ کے لئے کوشش کرنے شروع کر دیتے ہیں تو اس حدیث سے بھی کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اس سے انسان کے دین کو بڑا نقصان پہنچتا ہے مال کی محبت اور اپنی عزت اور جاہ کی طلب پھر "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انہوں نے روایت کیا کہ جاہ و ثناکی محبت جاہ یعنی منصب ثنا تعریف اس کی محبت انسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے" کیونکہ بعض اوقات انسان اپنی تعریف کا اپنے منصب مراتب کا بھوکا ہوتا ہے اور وہ جائز ناجائز حلال حرام ہر طریقے سے چاہتا ہے کہ لوگ اس کو مانیں اور اس کو حکومت ملے اس کو کرسی ملے اس کو عہدہ ملے منصب ملے یا پھر وہ چاہتا ہے کہ جائز ناجائز ہر طریقے سے لوگ اس کی تعریف کریں اس نے کام نہیں بھی کیا لیکن وہ آگے آگے ہونا سامنے سامنے ہونا سب چاہنا کہ لوگ مجھے شاباش دیں تو یہ چیز کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کے لئے انسان وہ کر رہا ہے لیکن جو اہم بات ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے بھی دعا کی اور وہ کیا **دعا** ہے" **اللّٰهمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا** "یا اللہ !! مجھ کو اپنی نگاہ میں چھوٹا بنادیجئےاور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا بنا دیجئے"۔ اب آپ دیکھئے کہ اپنی نظر میں حقیر کا کیا مطلب ہے اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ میں جتنے بھی اچھے کام کروں میں جتنی بھی نیکیاں کروں تو مجھے یہ محسوس ہوں کہ بہت تھوڑی کی ہیں آخرت کی تیاری میں نے بہت تھوڑی کی ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں مجھے بڑا بنا دے اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ نیک اعمال میں میری پیروی کریں میں اتنے اچھے کام کروں اور اتنے بہترین کام کروں کہ دنیا نیک اعمال میں میری پیروی کرے اسی لئے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص واقعی میں صالح اور نیک ہو لوگوں کی نظر میں نیک بننے کے لئے ریاکاری نہ کرے اگر لوگ اس کی پھر مدح و ثنا کرتے ہیں اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی تعریف کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ کچھ غلط بات نہیں ہے کیونکہ اس کا اپنا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں میں ریاکاری یا شہرت کرے بلکہ مقصد کیا ہے؟ کہ وہ تو اللہ کے لئے کر رہا ہے اور وہ اس بات سے بے نیاز ہے اور اگر لوگ پھر اس کی تعریف کرتے ہیں تو یہ بات غلط نہیں ہے کیونکہ وہ چاہ نہیں رہا اسی طرح ابن عربی نے فرمایا کہ" جس نیک عمل سے لوگوں میں تعریف ہوتی ہو اس نیک عمل کی پھر طلب اور خواہش جائز ہے کہ اچھے کام کرنا جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور پھر دنیا بھی پسند کرتی ہے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔ امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا" کہ دنیا میں عزت اور جاہ اس کی محبت تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے نمبر 1. اس کا مقصد اپنے آپ کو بڑا اور اس کے بالمقابل جو دوسرے لوگ ہیں ان کو چھوٹا اور حقیر قرار دینا نہ ہو یہ مقصد نہیں ہے کہ اپنے آپ کو خود ہم بڑا قرار دینا چاہتے ہیں اور دوسروں کو حقیر اور چھوٹا بلکہ کیا مقصد ہونا چاہئے آخرت کے فائدے کے لئے اپنے آپ کو بڑا بنایا جائے تاکہ دوسرے لوگ نیک اعمال میں پھر آپ کی پیروی کریں ٹھیک ہے بڑا ہونے کا مطلب کیا ہے کہ ایسے نیک عمل کئے جائیں کہ آخرت میں وہ قابل قبول ہو جائیں پھر نمبر 2. اس کی شرط یہ بتاتے ہیں کہ جھوٹی تعریف مقصود نہ ہو کہ جو صفت آپکے اندر نہیں ہے لوگوں سے اس کی خواہش کی جائے کہ لوگ اس کی تعریف کریں جو صفت ہمارے اندر ہے ہی نہیں لوگوں سے انسان یہ چاہے کہ لوگ اس بات کو مانیں اور پھر میری تعریف کریں یعنی یہ جھوٹی بات ہے نمبر 3. شرط کہ ایسی جاہ اور منصب یا عزت اور جاہ کو حاصل کرنے کے لئے کسی گناہ یا دین کے معاملے میں مداہنت نہ کرنی پڑے" اور اس حصے میں میں آپ کے سامنے ایک بڑا خوبصورت واقعہ ہے وہ رکھتی ہوں اور یہ واقعہ مورخ ابن عساکر نے اور علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابو حسین احمد بن محمد ایک مرتبہ بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے پہ جارہے تھے ٹھیک ہے آپ اس کا نوٹس لینا چاہتی ہیں تو پریشان نہ ہوں بس اتنا لکھ لیں ابو حسین احمد ٹھیک ہے نا اور وہ ایک دفعہ بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے پہ جارہے تھے تو میں نے آپ کو بہت شروع میں

بتایا تھا نوٹس لینے کا طریقہ کیا ہے کہ نام لکھ کر اور آپ بغداد لکھیں گی + دریائے دجلہ پوری تفصیل تو آپ نہیں لکھ سکتے لیکن آپ پھر بعد میں ان کو ملائیں گی تو آپ کی پوری کہانی مثال بن جائے گی کہ قریب سے ایک کشتی گزری تو کیا لکھیں گی + کشتی دیکھا کہ ملاح بہت سارے شراب کے مٹکوں کے ساتھ بیٹھاہوا ہے + ملاح + شراب کے مٹکے ابو حسین کشتی پر چڑھ گئے اور پوچھا یہ کیا ہے اور کس کے لئے ہے + ملاح نے کہا آپ کو اس سے کیا لینا دینا ابو حسین نوری نے اصرار کے ساتھ ملاح سے پوچھا بتاؤ یہ کیا ہے؟ ملاح نے کہا اللّٰہ کی قسم آپ بڑے فضول آدمی ہیں. یہ خلیفہ معتضد باللّٰہ کی شراب ہے یہ بنو عباس کا خلیفہ تھا ابو حسین کو بڑا سخت غصہ آیا ہاتھ میں لاٹھی تھی ان کو کیوں غصہ آیا کیا سوچیں؟ شراب کی وجہ سے مٹکوں کو یکے بعد دیگرے توڑنا شروع کر دیا یکے بعد دیگرے کا کیا مطلب ہوتا ہے ایک کے بعد ایک ملاح اس دوران ان کو منع کرتا رہا مگر وہ کب باز آنے والے تھے چنانچہ ملاح نے خوب چیخ و پکار کی لوگوں نے پولیس کو بلایا ملاح اتنا چیخ کیوں رہا تھا کیونکہ شراب کے مٹکے ٹوٹ رہے تھے اورشراب خلیفہ کی تھی اس دوران ایک مٹکے کے علاوہ سارے مٹکے ٹوٹ چکے تھے پولیس نے ان کو پکڑا اور جو معتضد تھا اس کے سامنے پیش کر دیا معتضد کیسے لکھیں گی میم عین تا ضاد اور دال۔ خلیفہ معتضد نے پوچھا **من انت وائلت** تمہاری بربادی ہو آخر ہو تم کون؟ جواب دیا میں محتسب ہوں محتسب کون ہوتا ہے (انصاف کرنے والا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والا نیکی کا حکم دینے والا اور بدی سے روکنے والا) معتضد نے پوچھا اس کام پر تمہیں کس نے مقرر کیا کہنے لگے امیر المومنین جس ہستی نے آپ کو خلیفہ بنایا اسی نے مجھے اس کام کا حکم دیا معتضد نے اپنے سر کو جھکایا اور بولا یہ کام کرنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی اور تم نے یہ کیوں کیا جواب میں کہنے لگے تمہارے ساتھ محبت اور پیار کی وجہ سے کہ یہ تمہارے لئے نہایت غیر مفید مکروہ اور نقصان دے چیز تھی خلیفہ نے پھر اپنے سر کوجھکایا ذرا سا سوچا اور کہا اچھا بتاؤ تم نے سارے مٹکے توڑ دیئے ایک جو باقی رہ گیا ہے اس کو کیوں نہیں توڑا فرمانے لگے دراصل جب میں نے مٹکوں کو توڑنا شروع کیا تو میرے دل میں محض رب کی رضا کی نیت تھی اور میں نے اس کی جلال کی خاطر یہ کام کیا اس کی جلالت کی وجہ سے کہ اللّٰہ بڑا جلیل ہے مگر آخری مٹکا توڑنے سے پہلے میرے دل میں اپنے تئیں عجب آ گیا تکبر غرور ریاکاری کچھ بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا کہ میں نے اتنا بڑا کام کر دیا ہے باوجود یہ جاننے کے یہ مال خلیفہ کا ہے میں نے کوئی پرواہ نہیں کی جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو پھر یہ کام رضائے الٰہی کے لئے رہا نہیں تھا لٰہذا میں نے آخری مٹکا چھوڑ دیا توڑا نہیں اب سوچیں ذرا غور کریں توڑتے توڑتے اللّٰہ کی رضا کے لئے توڑ رہے تھے جب ایک کے بعد دوسرا تیسرا چوتھا توڑتے گئے تو دل میں شیطان نے کہا واہ بھئی واہ تم کتنے بڑے ہو شیطان تو ساتھ لگاہوا ہے میرے اور آپ کے شہ رگ میں خون کی طرح گردش کرتا ہے معتضد نے کہا جاؤ اب ہم نے تمہیں اپنا محتسب مقرر کر دیا اور اب جو بھی تمہیں منکر نظر آئے اسے تبدیل کر دو ابو حسین نوری نے فرمایا جناب اب میرا ارادہ اس کام کرنے کا نہیں رہا اب سنیں کیا کہا جناب اب میرا ارادہ نہیں رہا کہ میں یہ کام کروں معتضد نے پوچھا کیوں کیا وجہ ہے جواب دیا پہلے یہ کام رب کی رضا کے لئے اور اس کی مدد کے ساتھ کرتا تھا اور اب تمہیں راضی کرنے کے لئے پولیس کی مدد سے کروں گا معتضد کہنے لگا اگر آپ کی کوئی حاجت ہو تو پیش کریں فرمانے لگے مجھے اس دربار سے بغیر کسی نقصان کے نکلنے کی اجازت دیں اور میرے راستے میں تمہارا کوئی آدمی رکاوٹ نہ بنے کیونکہ جیسے جب کسی بندے کی نیکی اور اس کی عظمت اور اس کی ایسی خوبی کا پتہ چلے تو سب لوگ آگے پیچھے ہو جاتے ہیں پکڑتے ہیں اور چومتے ہیں اور بہت کچھ کرتے ہیں کہا کہ میرے راستے میں کوئی آدمی رکاوٹ نہ بنے معتضد نے حکم جاری کیا کہ ان سے کوئی اعراض نہ کرے ابو حسین نوری بغداد سے نکل کر بصرہ میں ٹھہر گئے اور حتی الامکان کوشش کی کہ اپنے آپ کو چھپائے رکھیں تا کہ معتضد کے لئے کوئی سفارش

طلب کرنے والا نہ آ جائے کیونکہ ابو حسین نوری کو یہ بات پتہ چل گئی تھی کہ معتضد بادشاہ کے دل میں میرے لئے بڑی عزت اور مقام پیدا ہو گیا ہے تو وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی آئے اور مجھے بادشاہ کے دربار میں پکڑ کر لے کر جائے کیونکہ انہوں نے کوئی پیسے کوئی درہم دینار کوئی عہدہ کوئی منصب تو لیا نہیں تھا اور کہتے ہیں کہ جب معتضد نے وفات پائی تو پھر یہ بغداد واپس آئے اور ابو حسین کی وفات 295 ہجری ہے تو بات کیا ہے۔ **وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ** تو ایسے دیوانے کہ سچی ناموری وہ اللّٰہ سے مانگے تو یہ بڑی بات ہے اور آپ دیکھ لیں کہ یہ جو شہرت ،یہ ناموری ہے یہ ایسا نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذات کے لئے مانگی ہے بلکہ یہ وہ شہرت ہے کہ جس کا تعلق بھلائی کا سبق دینے سے ہے نیکیوں کو پھیلانے سے ہے نیکیوں کو بڑھانے سے ہے نیک لوگ ہوتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں نیک کام کروں اور میرے بعد جو امت ہے، جو دنیا ہے ،جو انسان ہیں میری چھوڑی ہوئی نیکی کی مثال سے ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہو اور وہ اپنے ااعمال سے چاہتے ہیں کہ کروڑوں انسان ان کے حق میں گواہی دیں دنیا میں وہ نیکی کے چشمے رواں کر کے جانا چاہتے ہیں تاکہ نسل در نسل دنیاان چشموں سے سیراب ہوتی رہے تو اہم بات یہ ہے کہ روشنی کا مینار، نیکی کا مینار بننے کے لئے انہوں نے دعا مانگی آپ نے سورت یونس پڑھی تھی سورت یونس میں آیت نمبر 2 وہاں پہ **قَدَمَ صِدْقٍ** پڑھا تھا اور یہاں پہ کیا ہے **لِسَانَ صِدْقٍ** تو **قَدَمَ صِدْقٍ** کا مطلب کیا تھا بلند مرتبہ اجرِ حسن اور وہ اعمال صالح جو ایک مومن آگے بھیجتا ہے تو وہاں پہ بھی اللّٰہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا تھا یہ کہا تھا اور جو ایمان لے آئیں ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو **قَدَمَ صِدْقٍ** ملیں گے یہ ہے اصل چیز تو یہاں پہ بھی یہی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں اور یہ دعا اللّٰہ تعالیٰ نے کیسے قبول کی آپ سب لوگوں کو درود شریف تو آتا ہوگا اور درود ابراہیمی کہاں پڑھتے ہیں ہم نماز میں پڑھتے ہیں آپ دیکھیں لاکھوں کروڑوں اربوں کھربوں مسلمان ہمیشہ سے پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے رہیں گے اور اس میں ہم کیا دعا پڑھتے ہیں **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ** ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللّٰہ حضرت محمد ﷺ پر سلامتی بھیج جیسے تُونے ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی بھیجی اور اسی طرح محمد ﷺ کے لئے بھی ہم یہ دعا کرتے ہیں **أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (1) وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ (2) الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ (3) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (4)** تو اس میں بھی اللّٰہ نے رسول اللّٰہ ﷺ کا ذکر کیسے بلند کیا کہ آج بھی لوگ محمد ﷺ کا نام بڑی محبت کے ساتھ بڑے پیار کے ساتھ بڑے اچھے طریقے کے ساتھ لیتے ہیں اب یہاں پہ میری اور آپ کی فکر کرنے کی بات ہے کہ ان کو یہ فکر تھی کہ موجودہ میری زندگی ہے اس میں اچھے کام کروں ساتھی بھی اچھے ہونے چاہئے اور جب دنیا سے چلے جاؤں تو میرا کوئی قدم بھی برائی کی طرف اٹھا ہوا نہ ہو زبان سے ایک جملہ بھی غلط نہ نکلا ہوا ہو۔ اللّٰہ کی ایک نافرمانی بھی کی ہوئی نہ ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے دیکھ کر اگر اور لوگ وہ برائی کر رہے ہوں گے تو آثار سیئہ نہیں چھوڑنے ہیں آثار حسنہ چھوڑنے ہیں ان کو تو یہ فکر تھی کہ میرے بعد لوگ مجھے کن لفظوں میں یاد کریں گے اور اب آپ دیکھیں کہ اس سے میری اور آپ کی کیا ذمہ داری بنتی ہے کہ میں اور آپ کہاں پہ کھڑے ہیں میں اور آپ کیا کر رہے ہیں اور پیچھے ہم اپنے قدموں کے کون سے نشان چھوڑ کر جا رہے ہیں **مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ** یہ ہے اپنا محاسبہ کرنا اور اپنا جائزہ لینا اور اس کے بعد یہ دعا بھی کرتے ہیں

آیت نمبر 85۔ وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ
ترجمہ۔ اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں شامل فرما

وَاجْعَلْنِي اور بنا دے اور دے دے اور شامل کر لے کس کو " **نی** "مجھ کو یہاں بھی حکمیہ صیغہ ہے کر دے جیسے بچہ وہ ماں کا پلو پکڑ لے ماں کے دوپٹے کو نہ چھوڑے بس ماں مجھے یہ دے دے

امی مجھے دے دیں نا امی پلیز مجھے دے دے ماں کا کوئی موڈ نہیں ہوتا بچہ اتنا اصرار کرتا ہے اقرار کرتا ہے کبھی آگے سے کبھی پیچھے سے اور کہتا ہے کہ کیسے میں اپنی ماں کو مناؤں اور کیسے اپنی ماں سے یہ مطالبہ میں پورا کرواں اور یہاں تک کہ ماں کا دل پسیچ جاتا ہے اور ماں کہتی ہے کہ اچھا حالانکہ ناراض ہوتی ہے کسی بات سے۔ کہتی ہے کہ نہیں اچھا چلو میرا بچہ ہے نا اس سے غلطیاں تو ہو گئی ہیں لیکن کوئی بات نہیں چلو اچھا چل پھر ٹھیک ہے بتا پھر تجھے کیا چاہئے تھوڑی دیر پہلے آپ کا موڈ خراب تھا آپ دیکھ بھی نہیں رہے تھے آپ سن بھی نہیں رہے تھے آپ کہتے ہیں جاؤ جاؤ مجھے نظر بھی نہ آؤ اور پھر تھوڑی دیر بعد آپ ایسے مانتی ہیں کہ پھر آپ سب کچھ بچے کے لئے فدا کرنے کو قربان کرنے کو تیار ہیں اور آپ دیکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام درخواست کر رہے ہیں کہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دینا علم عمل میں یکسانیت، حکمت و دانائی، نیک لوگوں کا ساتھ اور ایسے اچھے عمل کروں تو راضی ہو جائے اور پیچھے والے لوگ مجھے اچھے لفظوں میں یاد کریں اور یا **وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ**اور بنا دے مجھے وارث **جَنَّةِ النَّعِيمِ** جنتِ نعیم کا اب آپ دیکھیں مجھے اور آپ کو بھی وراثت کی بڑی فکر رہتی ہے کہ وراثت میں ہمیں ملے گا کیا اور وراثت کا حال یہ ہوتا ہے کہ والدین جو ہیں وہ مرتے ہیں اور بعض وقت والدین مرے بھی نہیں ہوتے بیمار ہوتے ہیں ہسپتال میں ہوتے ہیں اور وارث بننے کے لئے، دنیا کے لئے اولاد والدین کی موت کی تمنا کرنے لگتی ہے اپنے والدین کی موت کی دعائیں کرتی ہے والدین نے جب ہمیں پالا تو ان دعاؤں کے ساتھ اللہ مجھے اور آپ کو زندگی دے ان آرزوں کے ساتھ کے لمبی عمر ہو اور ایک تھا والدین کا اولاد کو سنبھالنا اور ایک ہے اولاد کا والدین کو سنبھالنا اور دیکھ بھال کرنا اور والدین تھکتے نہیں ہیں تنگ نہیں آتے اولاد تنگ آجاتی ہے تھک جاتی ہے۔ یہ جوانی یہ رعنائیاں یہ حسن گھومنا پھرنا اس میں ہمارے والدین ہمارے لئے بوجھ بن جاتے ہیں تنگ پڑ رہے ہیں شادی پہ جانا تھا کب یہ جان چھوڑیں گے؟ اور کب میں گھوموں گی بازاروں میں؟ اور کب میں جاؤں گی فلاں بار بی کیو میں؟ اور فلاں پارٹی میں اور کیا چاہتے ہیں والدین بوجھ لگ رہے ہیں لیکن کونسی فیکٹری ہے کونسی زمین لی ہوئی تھی کب یہ گھر امی سے میں اپنے نام لگوا سکتی ہوں اور لگوا سکتا ہوں ہم وارث تو بننا چاہتے ہیں دنیا کے مال کا، دولت کا، زیور کا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ مجھے وارث بنا دے اور یہ نہیں کہہ رہے کہ صرف مجھے بنا بلکہ **وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ** مجھے شامل کر لے وارثوں میں کون سے وارثوں میں یعنی **جَنَّةِ النَّعِيمِ** کے جو بہت سے وارث ہیں جو بہت سے انبیاء ہیں صالحین ہیں شہداء ہیں جو متقی لوگ ہیں ان وارثوں میں مجھے بھی شامل کر لے اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ پہلے وارث کون تھے جنت کے جتنے انبیاء گزرے جتنے نیک اور متقی لوگ گزرے تو جنت کے وارث تو صالحین ہیں نیک متقی انبیاء ہیں تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ مجھے بھی جنت کے وارثوں میں شامل کر لے اور جنت بھی کیسی **النَّعِيمِ** نعمتوں بھری اور آپ کو پتہ ہے نعمت کا لفظ واحد ہے تو نعیم جمع ہے لیکن نعمت لفظ اسم جنس ہے واحد جمع مذکر مونث سب کے لئے یہ استعمال کیا جاتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ تو مجھے جنت کے وارثوں میں شامل کر لے اور جنت بھی کیسی کہ نعمتوں بھری ،بڑی خوبصورت جنت بڑی اچھی جنت اور آپ دیکھ لیں کہ اگر کوئی جنت کا وارث بن جائے تو جنت کیسی ہے جنت کتنی خوبصورت ہے اس سلسلے میں ہمیں بے شمار احادیث ملتی ہیں کہ جو جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے تو وہ جنت کتنی خوبصورت ہے، وہ کتنی وسیع ہے کہ یہ آسمان و زمین اور جو اس کے درمیان ہے اور اتنی اور بھی اگر پیدا ہو جائیں تو ان کی وسعتیں بھی اس جنت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں اور **مفہوم حدیث۔** خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ نہ وہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے اس کے بارے میں سنا نہ کسی دل میں اس کے بارے میں تصور ہی گزرا وہ جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کے لئے تیار کر رکھی ہے

اور آپ دیکھئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنے نیک تھے اتنے پیارے تھے۔ **مفہوم حدیث۔** آخری جنتی جو جنت میں جائے گا اس کا حال ہمیں صحیح مسلم اور مسند احمد میں ملتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، مغیرہ بن شعبہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی خدمت میں عرض کیا کہ اے میرے رب جنت میں سب سے کم درجہ جس شخص کا ہوگا اس کا کیا حال ہے اب آپ دیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جنت میں جانے والے شخص کا حال بتایا کہ جب اسے جہنم سے نکالا جائے گا گویا کہ آخری جنتی جو جنت میں جائے گا اسے جہنم سے نکالا جائے گا تو وہ اس کی طرف دیکھے گا اور کہےگا: بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دے دی ہے۔ یقیناً اللہ نے مجھے ایسی نعمت سے نوازا ہے جیسی اس نے مجھ سے پہلے اور بعد کے لوگوں میں سے کسی کو بھی نہیں دی۔ وہ اسی گمان میں جنت کے کنارے بیٹھا ہوگا کہ اچانک دور سے ایک درخت نظر آئے گا وہ درخت کو دیکھ کر پکارے گا اے رب اے ربی اے میرے رب **أدنني** کا مطلب کیا ہے؟ **أدنني** اگر آج آپ اس کا مادہ بتا دیں اور مطلب بتا دیں پھراس کا مطلب ہے کہ آپ کو سبق یاد ہو گیا **أدنني** کیا ہے دنیا کا مادہ کیا ہے؟ ایک (د ن ی)اور (د ن و) اور اگر(د ن ی) ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی ایک چیز جو ہے جیسے ادنی حقیر کے لئے بھی آتا ہے اور جیسے ایسی چیز کے لئے بھی آتا ہے کہ قریب کر دے تو یہاں پہ **أدنني** کے معنی ہے مجھے قریب کر دے **من هذه الشجرة** اس درخت کے اور پھر ساتھ ہی وہ کیا دعا کرتے ہیں تاکہ میں اس کے سائے میں بیٹھوں اور اس کا پانی پیوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے آدم کی اولاد اگر میں تجھے یہ سایہ نصیب کر دوں اس درخت کے قریب کر دوں تو پھر تو مجھ سے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز تو نہیں مانگے گا پھر یہاں یہ پوچھتے ہیں کہ اگر میں تجھے یہ دے دوں تو پھر ایسا تو نہیں ہوگا کہ اس کے سوا تو مجھ سے کوئی اور سوال کرے وہ پختہ وعدہ کرے گا نہیں نہیں میرے رب اور کچھ نہیں مانگتا یہ طویل حدیث ہے اس کو آپ امام مسلم میں پوری عربی کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں کہے گا میرے رب میں کچھ نہیں مانگتا بس صرف مجھے اس درخت کے قریب کر دے چنانچہ اللہ اس کو اس درخت کے قریب کر دیں گے کہ اس کے سائے میں بیٹھے اس کے پھل کھائے اس کا پانی پیے گا اسی حال میں ہوگا کہ پہلے درخت سے بہتر ایک اور درخت نظر آئے گا وہ کہے گا اے اللہ مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ اس کا پانی پیوں اور اس کے سائے میں بیٹھوں تیری عزت و جلال کی قسم بس یہ دے دے مزید کچھ نہیں مانگوں گا(وہ بچے والی بات یاد رکھیے گا جو ماں سے کہتا ہے بس امی مجھے آپ بازار ساتھ لے جائیں بازار میں میں کچھ نہیں بولوں گا یا گھر کے اندر بھی بس یہ ایک میری بات پوری کر دیں پھر اس کے بعد آپ سے کچھ نہیں کہوں گا اور یا اپنے آپ پر غور کریں کہ ہم اپنے شوہر کو کیا کہتے ہیں بس یہ کام آپ میرا کر دیں نا یہ چیز لا دیں نا پھر آپ سے اور کچھ نہیں کہتے) اب وہ یہ کہے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے یا ابن آدم ! اے ابن آدم کیا **ألم تعاهدني** تُو نے مجھ سے معاہدہ نہیں کیا تھا(معاہدہ کرنا دو لوگوں میں ہوتا ہے) کہ اس درخت کے بعد تُو کچھ بھی مجھ سے نہیں مانگے گا وہ کہے گا بس اللہ یہ دے دے اور کچھ نہیں مانگوں گا چنانچہ اللہ اسے اس درخت کے قریب کر دیں گے اسی حالت میں ہوگا اب دوسرے درخت کے پاس آگیا ہے۔ پہلے دونوں درختوں سے زیادہ بہتر اور زیادہ خوبصورت جنت کے دروازے کے قریب ایک اور درخت نظر آئے گا اب وہ جنت میں پہنچا نہیں ہے آپ اس بات کا اندازہ کریں کہ جنت کے دروازے کے قریب ایک اور درخت آئے گا اب اس کو نظر آرہا ہے وہ صبر کی کوشش کرے گا مگر صبر کہاں کہے گا میرے رب اس درخت کے قریب کر دے تاکہ اس کا پانی پیوں اس کے سائے تلے رہوں اب اس کے بعد کچھ نہیں مانگوں گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے بعد کچھ نہیں مانگے گا پھر اللہ اسے اس تیسرے درخت کے پاس کر دے گا جب اس تیسرے درخت کے نیچے جائے گا تو سامنے جنت نظر آئے گی (اللہ اکبر سبحان اللہ یہ میرے الفاظ ہیں)اس درخت کے نیچے جائے گا تو سامنے

جنت نظر آئے گی اہل جنت کی آوازیں سنے گا اس کی نعمتیں اس کے محلات اس کے باغات نظر آئیں گے وہ ان کو دیکھتا رہے گا لیکن بالاخر صبر نہ کر سکے گا اور کہے گا **یا ربِ ! أدخلنيها** میرے پروردگار مجھے اس جنت میں داخل کر دے جب پہلے دیکھا تھا انہوں نے درخت کو کیا کہا تھا **أدنني** کیا مطلب تھا اس کو قریب کر دے اب کیا کہا مجھے اس کے اندر داخل کر دے کیونکہ پہلے تو جنت نظر ہی نہیں آئی درخت ہے اور جہنم کے عذاب اور طرح طرح کے عذاب سے نکلا ہے درخت کا سایہ اور پانی وہی اس کو بڑی غنیمت لگ رہا ہے اب پھر اللّٰہ تعالیٰ فرمائے گا **یا ابن آدم ما يصريني منك** ؟اے ابن آدم مجھ سے تیرے تقاضے(اصرار کرنا) کو کون سی چیز روکے گی اصرار کر رہا ہے اللّٰہ تعالیٰ کہیں گے اے ابن آدم تیرے تقاضے کب ختم ہوں گے کون سی چیز تجھے روکے گی کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ پوری دنیا تجھے دگنی کر کے دے دوں جتنی دنیا ہے اس سے دگنی کر کے تجھے دے دوں بندہ کہے گا یا رب **! أتستهزئ مني وأنت رب العالمين** ؟ اے میرے پروردگار کیا تومجھ سے مذاق کرتا ہے حالنکہ تو تمام جہان کا پروردگار ہے۔ کیا ہے اس کا مادہ **(ھ ز ء)** اس سے کہا جائے گا جاؤ جنت میں داخل ہوجاؤ وہ جب جنت میں داخل ہونے کے لئے جائے گا تو اسے ایسا محسوس ہوگا ساری جنت بھر چکی ہے۔ اب جائے گا تو اس کو جنت بھری بھی نظر آئے گی۔ وہ کہے گا : **أيْ رَبِّ، كيفَ وقدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنازِلَهُمْ، وأَخَذُوا أخَذاتِهِمْ**، اے میرے پروردگار یہ کیوں کر ممکن ہے؟ لوگ تو اپنی اپنی جگہ لے چکے اور اپنے اپنے حصے پہ قبضہ کر چکے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم پسند کرو گے کہ تمہاری ملکیت دنیا میں کسی بادشاہ کے ملک جتنی ہو وہ کہے گا ہاں میرے رب اللّٰہ تعالیٰ فرمائیں گے ہم نے تجھے اتنی بادشاہی بخش دی ومِثْلُهُ ،ومِثْلُهُ، ومِثْلُهُ ومِثْلُهُ ومِثْلُهُ،کتنی دفعہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ خمسہ پانچ مرتبہ زیادہ بڑی سلطنت تجھے عطا کر دی وہ کہے گا میرے رب میں خوش ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے **هذا لكَ وعَشَرَةُ أمْثالِهِ، ولَكَ ما اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، ولَذَّتْ عَيْنُكَ**، یہ بھی تیرے لئے ہے اور میں تجھے اس جیسی دس مملکتیں اور عطا کرتا ہوں۔اور تیرے لئے ہر وہ چیز ہے جس کی تو تمنا کرےگا اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ملےگی۔" **مَا اشتَهَت** آپ پیچھے پڑھ چکی ہیں یہ **ولَذَّتْ عَيْنُكَ** تیری آنکھ جس چیز سے سرور حاصل کرے پھر وہ جب جنت میں داخل ہوگا تو وہاں **مِنَ الحُورِ العِينِ** میں سے اس کی دو بیویاں اس کا استقبال کریں گی اور وہ کہیں گی **الحَمْدُ لِلَّهِ الذي أحْياكَ لَنا، وأَحْيانا لَكَ** تعریف اللہ کے لئے جس نے تمہیں ہمارے لئے اور ہمیں تمہارے لئے بنایا پھر وہ کہے گا **ما أُعْطِيَ أحَدٌ مِثْلَ ما أُعْطِيتُ.** کیا کہتا ہے اس کا مطلب کیا ہے **ما أُعْطِيَ** یعنی جو کچھ مجھے دیا گیا ہے **أحَدٌ مِثْلَ ما أُعْطِيتُ.** جو مجھے دیا گیا اس کی مثل کسی اور کو بھی دیا گیا ہے؟ اور یہ جنتی کون سا ہے سب سے آخری ہے یہ سب سے نچلے درجے والا جنتی ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! (یہ تو ہوا نچلے درجے والا جنتی) تو جنت میں سب سے اونچے درجے والے جنتی کیسے ہوں گے؟

اللّٰہ تعالیٰ نے کہا: **(اُولٰئِک الَّذِینَ أَرَدتُّ غَرَستُ کَرَامَتَہُم بِیَدِی وَخَتَمتُ عَلَیہَا فَلَم تَرَ عَینٌ وَلَم تَسمَع اُذُنٌ، وَلَم یَخطُر عَلٰی قَلبِ بَشَرٍ)** " یہ تو سب سے کم تر درجے کا جنتی ہوا اور اعلیٰ منزل والے جنتی کی شان کیا ہوگی جو سب سے اعلیٰ درجے کا جنتی ہے اس کی شان کیا ہوگی اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا **أَرَدتُّ غَرَستُ** یہ ایسے لوگ ہیں جن کو میں نے چُنا **أَرَدتُّ** یعنی میں نے اپنے ارادے سے ان کو چُن لیا غَرَستُ میں نے ان کو چُن لیا اور میں نے کیا کیا جن کو میں نے چُنا، اختیار کیا ان کی عزت اور بزرگی کو اپنے ہاتھ سے جمایا ہے **غَرَستُ کَرَامَتَہُم** یعنی جمایا ان کی عزت اور بزرگی کو **بَیَّدِی** اپنے ہاتھ سے اور کیا ہے **وَخَتَمتُ عَلَیہَا** اور اس پر مہر ثبت کر دی یعنی میں نے ان کے لئے جنت میں جو جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں انہیں جو ہے **فَلَم تَرَ عَینٌ وَلَم تَسمَع اُذُنٌ، وَلَم یَخطُر عَلٰی قَلبِ بَشَرٍ**۔ وہ جو نعمتیں ہیں نہ تو کسی آنکھ نے اس کو دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کے متعلق تصور تک بھی گزرا اور آپ دیکھ لیجئے کہ یہ ہے آخری جنتی جو جنت میں داخل ہوگا کہ اس

کو لوگ نظر آرہے ہیں اور وہ پوچھ رہے ہیں کہ کسی اور کو بھی ایسا ملا ہے اور اللّٰہ رب العزت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں کہتے ہیں کہ کسی کے تصور ، کسی کے دل میں نہیں گزرا جو اللّٰہ تعالی جنتیوں کو نعمت دیں گے۔ تو جنت بڑی خوبصورت ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں **وَٱجۡعَلۡنِی مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ ٱلنَّعِیمِ ۔** اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں شامل فرما نعمتوں بھری جنت کا مجھے وارث بنا دے۔ دنیا میں ہم پسند کرتے ہیں کہ ہمیں وراثت ملے تو آئیے جنت کے وارث بننے کی فکر اور پلاننگ کریں ہمارے آنسو بہیں ہماری آنکھیں روئیں اور کیسے روئیں جنت کے شوق میں اور جنت کی فکر میں “ **قلب المعلق فی المسجد**” وہ دل جومسجد میں اٹکا رہتا ہے، وہ دل اور وہ آنکھ جو اللّٰہ کے خوف سے روتی ہے تو وہ جنت کی وارث بن سکتی ہے آپ نے سورۃ الفرقان میں بھی یہ بات پڑھی تھی کہ جو آنکھ جنت کے اندر جائے گی وہ کون سی آنکھ ہیں **رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ".** کہ وہ انسان جو تنہائی میں اللّٰہ کو یاد کر کے روتا ہے تو جنت کا وارث بننے کیلئے اللّٰہ کو یاد کر کے رونا اللّٰہ کو راضی کرنا اعمال حسنہ کرنا ،اعمال مرضیہ ، آثار حسنہ یہ میری اور آپ کی ذمہ داری ہے تو اللّٰہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی نعمتوں بھری جنت کا وارث بنا دے اور اس کے ساتھ وہ کیا دعا کرتے ہیں

آیت نمبر 86۔ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ
ترجمہ۔ اور میرے باپ کو معاف کر دے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔

اب آپ سوچیں کہ باپ کافر ہے مشرک ہے شرک کر رہا ہے اور وہ بھی وقت کے نمرود کے ساتھ ملا ہوا ہے اور کفر کا ساتھ دے رہا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف اپنی فکر نہیں ہے اپنے باپ کی بھی فکر ہے اولاد ہو تو ایسی ہو حقوق والدین **وَاغْفِرْ لِأَبِي** اور میرے رب میرے باپ کو معاف کر دے اور اے میرے رب میرے باپ کی مغفرت کر دے **إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ** بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے اب آپ دیکھ لیں کہ وہ والد کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور دعا اس لئے کرتے ہیں کہ باپ ان لوگوں میں سے ہے جو کہ بھولے بھٹکے لوگ ہیں جو کہ گمراہ ہیں تو گویا کہ یہاں پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت مانگی تھی جب اللّٰہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے دعائے مغفرت مانگنے سے منع نہیں کیا تھا قرآن تو بعد میں نازل ہوا لیکن اس وقت اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منع نہیں کیا تھا ان پر واضح نہیں تھا کہ مشرک کیونکہ اللّٰہ کے دشمن ہے تو ان کے لئے دعا مغفرت مانگی نہیں جا سکتی تو اس وقت انہوں نے یہ دعا مانگی ہے اور جب ان کو یہ بات پتہ چل گئی کہ مشرک کے لئے دعائےمغفرت نہیں کی جا سکتی تو انہوں نے اپنے باپ سے بھی بیزاری کا اظہار کر دیا سورت التوبہ آیت نمبر 112 سے یہ مضمون چلتا ہے اور 114 میں آپ کو یہ بات پتہ چلتی ہے کہ کس طرح وہ اپنے باپ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں آپ دیکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ مشرکین کا ذکر پیچھے سے کرتے چلے آرہے ہیں اور آیت نمبر 114 سورت التوبہ میں کہتے ہیں **وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (114)**اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا وہ کیا تھا صرف وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ دشمن ہے اللّٰہ کا تو وہ اس سے بے تعلق ہوگے بیزار ہوگئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت آہیں بھرنے والے اور حلیم الطبع اور رحیم المزاج تھے تو اس سے ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ جب پتہ چل گیا ان کو کہ دعا نہیں مانگی جا سکتی مشرکین کے لئے تو پھر انہوں نے اپنے باپ سے بھی بے تعلقی کا اظہار کر دیا تو یہ ہے اصل بات کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے ان کی زندگی میں جو استغفار کی نیت اور خیال کیا تھا تو وہ کیا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ تو میرے باپ کو توفیق دے کہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں وہ بھی نیک ہو جائیں وہ بھی ایمان

لے آئیں اور اس طرح ان کا باپ کفر میں نا مرے یہ ہے بات اب آپ دیکھ لیں کہ یہ انہوں نے کہا کہ **إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ** کہ وہ گمراہوں میں سے ہے، مشرکوں میں سے ہے ،شرک کرنے والوں میں سے ہے۔

آیت نمبر 87-   وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ
ترجمہ۔ اور مجھے اس دن رسوا نہ کر جبکہ سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ اور تُو مجھے رسوا نہ کرنا اور اے میرے رب تُو مجھے رسوا نہ کرنا ذلیل نہ کرنا کس دن **يَوْمَ يُبْعَثُونَ** جس دن لوگوں کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو اصل بات کیا ہے کہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فکر تھی کہ قیامت کے دن کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کو جہنم میں دیکھوں اور میں اپنے باپ کو جب حساب کتاب ہو اور اس کا شمار مشرکوں کافروں میں ہو اور یہ چیز میرے لئے رسوائی کا سبب بن جائے تو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کا حق بڑی دلسوزی کے ساتھ ادا کیا کیوں سورت مریم آیت 47 میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے باپ کے ظلم و ستم سے تنگ آگئے تو انہوں نے اپنے گھر کو چھوڑا تو انہوں نے اپنے باپ کو کہا تھا **قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا** (47) کہ تجھ پر سلامتی ہو،آپ کو سلام ہو میں آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا وہ میرے اوپر نہایت مہربان ہے۔ تو اسی لئے انہوں نے اپنے باپ کے لئے دعا کی یہاں پہ بھی ہمیں دعا ملتی ہے سورت ابراہیم آیت 41 میں بھی ملتی ہے **رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (41)** وہاں پہ بھی ملتی ہے لیکن جب ان کو پتہ چل گیا کہ میرا باپ دشمنِ خدا ہے تو ایک مومن کا باپ ہی کیوں نہ ہو اگر وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی جا سکتی تو اب وہ اس سے بیزار ہو گئے اور اب ان کو اس بات کا غم ہے اس بات کی فکر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے قیامت کے دن رسوائی ہو ساری مخلوق کے سامنے جب میرے باپ کا حساب کتاب ہو اور اسے عذاب سے دوچار کیا جائے تو پھر میرا حال اس وقت کیا ہوگا تو قیامت کے دن اولین اور آخرین کے سامنے مجھے یوں رسوا نہ کرنا اے اللہ کہ میرے باپ کو سزا مل رہی ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے دیکھ رہے ہوں ، مفہوم **حدیث۔** “حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کو اس حال میں دیکھیں گے کہ منہ پر سیاہی اور گرد و غبار چڑھ رہا ہوگا آپ والد سے کہیں گے میں نے تمہیں کہا نہ تھا میری نافرمانی نہ کرو باپ کہے گا آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا پھر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار سے کہیں گے کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تجھے ذلیل نہیں کروں گا اس سے بڑھ کر میری کیا ذلت ہوگی کہ میرا باپ ذلیل ہو رہا ہے اور تیری رحمت سے محروم ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا ذرا اپنے پاؤں تلے تو دیکھو وہ دیکھیں گے تو ایک نجاست سے لتھڑا ہوا ایک بجو نظر آئے گا اور والد کا کوئی پتہ ہی نہیں لگے گا پھر اس کے پاؤں سے پکڑ کر اس بجو کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا” یہ بخاری کی روایت ہے اب کیا ہے جنت میں جا نہیں سکتے والد کی شکل ایک بجو کی شکل بن جائے گی اور بجو ایسا پاؤں کے نیچے گندگی میں لتھڑا ہوا وہ بجو کی شکل میں باپ ہوگا اور پھر اس کے پاؤں سے پکڑ کر اس بجو کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو یوں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسوائی کا علاج کریں گے کہ آپ کے باپ کی شکل و صورت مسخ کر دی جائے گی۔ نیویاک میں میری ایک شاگرد تھی ہندو تھی اور پھر وہ مسلمان ہوئی اور میں اسے قرآن پڑھا رہی تھی (اس نے قرآن پڑھنا بھی سیکھا مجھ سے بڑے شوق سے بڑی محبت سے) بڑی اچھی طرح سے وہ عمل کر رہی ہے اور بہت زار و قطار رو رہی تھی انہی آیات پر جب سورت

التوبہ میں گزری تو جب بھی بات ہوتی تو کہتی تھی کہ مجھے اس بات کی بہت ہی فکر ہے کہ میرے ماں باپ کا کیا بنے گا تو آپ میرے ماں باپ کے لئے دعا کریں کہ وہ مسلمان ہو جائیں ورنہ پھر ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم میں رہیں گے اور کئی دفعہ سوال پوچھتی تھی کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ہمیشہ پھر جہنم میں رہیں گے کیا پھر وہ آگ سے نکل نہیں سکتے وہ یہ سوال کرتی تھی تو آپ سوچ لیں کہ وہ لوگ جن کے والدین نے اسلام قبول نہیں کیا جن کے رشتہ داروں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ کتنے زیادہ غمزدہ ہیں دل افسردہ ہے اور وہ سوچتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ کا ہمارے رشتہ داروں کا کیا بنے گا اور ہم جو مسلمان ہیں ہمیں اس بات پر سوچنا چاہئے کہ ہمارا اسلام کیسا ہے کیا واقعی ہمیں جنت میں لے جانے کا ذریعہ بن سکتا ہے تو یہ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ وہ اللہ تعالی سے یہ دعا کرتے ہیں کہ مجھے نعمتوں بھری جنت کا وارث بنا دے اور دنیا میں ہم چاہتے ہیں ہر طرح کی نعمت ہر طرح کا گھر اچھی نوکری اچھی چیزیں ہمیں ملیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں رہتے ہوئے جنت کا وارث بننے کی دعا کی ہے اور تمام نیک لوگوں نے بی بی آسیہ بھی یہ کہتی تھی کہ میرے لئے جنت میں محل بنا دے ،تو نیک لوگ دنیا میں آخرت کی فکر کرتے ہیں اور اپنی ہی نہیں اپنے والدین اپنی اولاد اپنے سب لوگوں کی فکر کرتے ہیں اب اس کے بعد جو آیت نمبر 88 ہے اس کے بارے میں مفسرین کیا کہتے ہیں آیت 88 اور,89 جو دو آیتیں ہیں اس کے بارے میں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا حصہ ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہاں پر ختم ہو جاتی ہے ان کی دعا جب یہ آیت 87 پہ ختم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالی نے ان کی دعاؤں پر اضافہ کرتے ہوئے یہ دو آیتیں کہیں ہیں اور وہ کیا باتیں بتائیں ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لئے دعا کر رہے ہیں اور اپنے باپ کے لئے کر رہے ہیں اور نیک اور متقی بننا اور اچھے کام کرنا صحبت صالح اور ساتھ ہی باپ کی بھی فکر ہے اور باپ مشرک ہے تو اللہ تعالی ان کے اس قول پر اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

آیت نمبر 88۔ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ
ترجمہ۔ جبکہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد
آیت نمبر 89۔ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ
ترجمہ۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبؔ سلیم لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو"

کہ قیامت کا دن تو وہ دن ہوگا جو **يَوْمَ يُبْعَثُونَ** ہے کہ جس دن نہیں نفع دے گا، کوئی فائدہ نہیں ہے نہ کسی مال کا اور نہ ہی کسی کی اولاد کا جس دن مال اور بیٹے کوئی فائدہ نہیں دیں گے **إِلَّا** سوائے اس کے بجز اس کے **مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** کہ اگر کوئی شخص قلب سلیم لئے آئے اب آپ دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالی کیا کہتے ہیں آپ کی دعاً پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ابراہیم قیامت کے دن آدمی کے کام کوئی چیز نہیں آسکتی دنیا میں ہوتا ہےکہ مال کام آرہا ہے اولاد کام آرہی ہے لیکن یہ مال اور اولاد یہ قیامت کے دن کوئی فائدہ نہیں دیں گے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور اگر انسان کو کوئی چیز کام آئے گی تو کیا ہے کہ اس کا قلب سلیم تو اس سے ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ دنیا میں کوئی مشکل میں ہو، کوئی پریشانی ہو، کوئی مصیبت ہو تو عام طور پر کیا ہوتا ہے کہ اس کی اولاد ہے جو اس کی خدمت کرے اس کے بڑھاپے کا سہارا بنے اس کے پاس اگر مال ہے تو وہ اپنے مال کا استعمال کر کے آگے بڑھیں اور اپنے غم اپنی مصیبتیں بیماریاں پریشانیاں وہ ان کے لئے سہارا بنے ان کو اپنا سرمایہ بنا لیں تو اب آپ دیکھ لیجئے کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ مال اور اولاد کام نہیں آئے گی کسی کی بھی دولت کسی کی بھی اولاد کام نہیں آئے گی اچھا یہاں پہ ایک اور بڑی خوبصورت بات ہے اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو مال کہا اور دوسرے طرف **بَنُونَ** کہا اور مال میں ہر طرح کا مال شامل ہے درہم ہے دینار ہے ڈالر ہے روپیہ ہے پیسہ ہے اور آج

دیکھیں کہ دنیا میں کرنسی کیا ہے ایک ملک کی کرنسی دوسری ملک میں نہیں چلتی آپ پاکستان سے یہاں آتے ہیں آپ کے پاس ہزاروں روپیہ ہوں لاکھوں روپیہ ہوں آپ اس سے کچھ نہیں خرید سکتے آپ یہاں سے پاکستان جائیں تو جب تک آپ تبدیل نہ کروا لیں یہاں کے ڈالر آپ کو وہاں پہ کوئی فائدہ نہیں دیتے تو اسی طرح آپ کسی جہاز میں ہیں سفر میں ہیں اور آپ راستے میں ہوتے ہیں اور وہاں پہ ٹیکس فری دکانیں ہوتی ہیں وہاں پہ آپ کچھ نہیں خرید سکتے اگر آپ کے پاس رقم نہیں ہے ایسی رقم جو ہر جگہ چلنے والی ہو۔ تو میری پیاری بہنوں وہاں پہ یہ ڈالر درہم دینار کام نہیں آئیں گے کیا کام آئے گا اعمال حسنہ کام آئیں گے قلبِ سلیم کام آئے گا تو دنیا میں ہم مال مال کہتے ہیں انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ **مفہوم حدیث۔** ” رسول اللہ ﷺ نے کہا تیرا مال وہ ہے جو تُو نے کھا کر ختم کر دیا جو تُو نے پہن کر پرانا کر دیا اور جو باقی ہے تُو اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے” اسی طرح جو **بَنُونَ** اللہ تعالی نے کہا تو اس کے معنی کیا ہیں اس سے مراد بیٹے ہیں ابن کی جمع **بَنُونَ۔** عام طور پر اولاد کے لئے ساتھ تو مال کے ساتھ اولاد کا ذکر ہمیں ملتا ہے سورت الانفال **(28) وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** لیکن یہاں پہ **بَنُونَ** کہا تو اللہ تعالی نے اولاد کی بجائے **بَنُونَ** کیوں کہا اس لئے کہ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیٹے زیادہ کام آئیں گے بیٹے مصیبت میں ہمیں فائدہ دیں گے اور لڑکیاں نفع دینے کی بجائے ان کا تو الٹا یہ ہے کہ ان کی حفاظت کرنی پڑتی ہے ان کو فائدہ دیا جاتا ہے اور ان کو دینا پڑتا ہے بیٹا کمائی کر کے لاتا ہے اور بیٹی کو زندگی بھر کی کمائی دے کر آپ رخصت کرتے ہیں تو آپ دیکھیں کہ دنیا میں فائدے کی خاطر دنیا میں نام رکھنے کے لئے اور یہ کہ لوگ کیا کہیں گے ہم میں سے ہر شخص بیٹے کی دعا کرتا ہے تو اللہ نے یہاں پہ بیٹیوں کا ذکر یعنی ”اولاد“ کا نہیں کہا کہ جس میں بیٹے اور بیٹی دونوں آ جائیں بلکہ کہا کہ انسان تیرے دل میں بیٹے کی تمنا ہے اور دوسرے کو دعا بھی دیتے ہیں اللہ تجھے سات بیٹے دے تجھے بہت سے بیٹے دے اور جس کے پاس بیٹا نہیں ہوتا اتنی حسرت سے اس کو دیکھتے ہیں اور لوگ اس کو طعنہ دیتے ہیں کہ لو جی اس کے یہاں تو بیٹا ہی کوئی نہیں ہے شوہر طعنہ دیتا ہے اور جب بھی بیٹی ہوتی ہے کبھی عورت روتی ہے کبھی اس کے گھروالے روتے ہیں کبھی شوہر روتا ہے تو بیٹی کو آج بھی مصیبت پریشانی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس کے ساتھ بہت سے مسائل لگے ہوئے ہیں تو اب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ بیٹی چھوڑ اولاد چھوڑ بیٹے بھی اگر تیرے پاس ہیں جوتم سمجھتے ہو کہ تمہارے بڑھاپے میں کام آئیں گے تمہارا نام رہے گا تمہیں کما کر دیں گے تمہاری خدمت کریں گے لیکن یہ بیٹے بھی وہاں پہ کام نہیں آئیں گے اور اس کے ساتھ ہی یہ بات کر کے اللہ رب العزت کیا اعلان کرتے ہیں کہ نہ مال کام آئے نہ اولاد کام آئے تو پھر آئے گا کیا **إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** بجز اس کے کوئی شخص قلب سلیم لے آئے تو آئیے یہ دیکھتے ہیں کہ قلب سلیم کسے کہتے ہیں قلب سلیم کیا ہے قلب دل کو کہتے ہیں اور **(ق ل ب)** کے معنی ہیں اُلٹ پلٹ ،تبدیلی، انقلاب بھی اسی سے ہے کہ حالات تبدیل ہو جاتے ہیں تو **قلب** کو قلب کہتے ہی اس لئے کہ اس کی حالت بدلتی رہتی ہے اب ہے سلیم سلیم کے ایک معنی تو ایسے دل کے ہیں جو بالکل تندرست ہو بیمار نہ ہو کوئی اس کے اندر بیماری نہ ہو اس کو قلب سلیم کہتے ہیں۔ سلامتی **(س ل م)** سے ہے تو وہ دل جس کے اندر کسی بھی قسم کی کوئی بیماری پائی جاتی ہے نفاق کی شرک کی تو وہ دل بیمار دل ہے وہ تندرست دل نہیں ہے “حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ قلب ہے جو کلمہ توحید کی گواہی دے اور شرک سے پاک ہو” دوسرے پھر اس کے معنی کیا ہیں قلب سلیم وہ قلب ہے جس میں شرک اور نفاق کی آلائش نہ ہو اس سے بالکل پاک ہو بالکل محفوظ ہو اسی طرح “حضرت سعید بن مصیب رحمہ اللہ نے فرمایا تندرست دل صرف مومن کا ہو سکتا ہے کافر کا دل بیمار ہوتا ہے” کیوں اللہ تعالی نے قرآن میں کہا **فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ** ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ آپ دیکھیں کہ آپ کے دل میں جب بیماری ہوتی ہے طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی کسی وجہ سے کیونکہ دل ہمارے جسم کا سب سے اہم حصہ ہے اور یہ وہ حصہ ہے

کہ مثلاً جونہی انسان کے اندر جان پڑتی ہے یعنی ماں کے پیٹ میں ہے بچہ اور ابھی اس کے اعضاء بھی پوری طرح نہیں بنے دل بن گیا ہے اور چار مہینے کا ہے اعضاء تو ابھی نشونماپائیں گے دل دھڑکنا شروع ہو جاتا ہے آپ کبھی اس کو دیکھیں کمپیوٹر سے آپ انٹرنیٹ پر دیکھیں کہ دل دھڑکنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب دل کی دھڑکن ختم ہوتی ہے انسان کا پورا جثہ موجود ہے ایک لاش بن جاتا ہے لوگ اس کو منوں مٹی کے نیچے جا کر دبا آتے ہیں تو اگر دل کے اندر بیماری ہے ہر طرف چیزیں اچھی ہیں مثلاً آپ کے سر میں درد ہو رہا ہے یااور کہیں تکلیف ہے ہاتھ میں پاؤں میں ٹانگ میں لیکن دل اس سے متاثر ہو رہا ہے آپ کہتے ہیں کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میرا دل ٹھیک نہیں ہے میں یہ کام نہیں کرنا چاہتا ہے تو دل ہمارے جسم کا بہت اہم حصہ ہے اور یہاں پہ کیا کہا جا رہا ہے کہ **قلب سلیم** سے مراد تندرست دل، بے عیب دل ،وہ دل جو کہ قلب مومن کا دل ہے، کافر اور منافق کا دل مریض ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو بدعت سے خالی ہو سنت پر مطمئن ہو بعض کے نزدیک کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو دنیا کے مال ومتاع کی محبت سے پاک ہو اور بعض کہتے ہیں کہ جہالت کی تاریکیوں اور جو بھی اخلاقی رذالتیں ہیں تباہیاں ہیں ان سے وہ پاک ہو تو قلب سلیم کے لئے یہ سارے مفہوم ٹھیک ہیں دنیا کی محبت سے پاک، دنیا میں جو جہالت کی تاریکیاں ہیں جو کفر کی تاریکیاں ہیں اس سے پاک ،اور المنجد میں میں پڑھ رہی تھی اور وہاں پہ یہ لکھا ہے کہ سلیم ایسے دل کو کہتے ہیں جس کو سانپ نے ڈس لیا ہو اس کا کیا مطلب ہے کہ سلیم ایسا دل جس کو سانپ نے ڈس لیا ہو آپ دیکھیں کہ سلیم کی جمع ہے سلم اور **سَلَمَ** کی جمع ہے سُلَمَ تو اصل میں سانپ سے جو ڈسا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ وہ سخت زخمی ہوتا ہے قریب الموت ہوتا ہے اُسْلِم ہوتا ہے سانپ سے ڈسا جانا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سانپ سے ڈساہوا ہوتا ہے اس کو اور کوئی غم نہیں ہوتا اس کو اور کوئی پریشانی نہیں وہ تڑپ رہا ہوتا ہے ایک ہی اس کو غم ہوتا ہے ایک ہی بڑی مصیبت اس کو پڑ جاتی ہے تو قلب سلیم وہ دل ہے جو دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے لئے تڑپنے والا ہو آخرت کی محبت کرنے والا ہو آخرت کے لئے وہ زخمی زخمی ہو وہ روئے وہ ہنسے کچھ بھی اس کا معاملہ ہو تو ایک ہی اس کو فکر ہے اور وہ کیا ہے کہ میرا یہ دل اللہ کے لئے دھڑکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو راضی کرنا اس کی فکر ہے ویسے تو دل کیا ہے

؎ تڑپتی دیکھتا ہوں جب کوئی شے
اُٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر

گویا کہ دل تڑپنے والا ہو لیکن کس کے لئے تڑپے اللّٰہ کے لئے تڑپے علامہ اقبال نے کیا کہا؎

؎ تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دِل مرتضٰی سوزِ صدیق دے آمین

پھر اسی طرح وہ کیا کہتے ہیں

؎- ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر
زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق، میری نظر بخش دے
مرے دیدۂ تَر کی بے خوابیاں
مرے دل کی پوشیدہ بے تابیاں

دل بیتاب ہے ہے قلبِ سلیم بیتاب ہے کس کے لئے جنت میں جانے کے لئے جنت کے لئے شوق رکھتا ہے لیکن آج ہمارا دل جنت کے لئے تڑپتا کیوں نہیں ہے آج ہمارا دل بے عیب کیوں نہیں ہے شرک سے پاک کیوں نہیں ہے

؎ ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت

احساسِ مروّت کو کُچل دیتے ہیں آلات
مشینوں کا زمانہ ہے ہم سب کا حال کیا ہے ہم سب اسی کے گرد جمع ہیں ہمارا حال کیا ہے
؎ رگوں میں وہ لہُو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے
یعنی ہم ایک اٹھک بیٹھک اور ایک عادت کے طور پر نماز روزہ قربانی حج تو کر رہے ہیں لیکن اصل میں وہ قلبِ سلیم نہیں ہے
؎ ترے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے
ترا دم گرمیِ محفل نہیں ہے
گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے
اور دین نے بھی عقل کو چراغ راہ ہی قرار دیا ہے
؎ وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے
مری بجلی، مرا حاصل کہاں ہے
مقام اس کا ہے دل کی خلوَتوں میں
خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے
تو یہ دل کون سا ہے جس کو علامہ اقبال ڈھونڈ رہے ہیں قلبِ سلیم مومن کا دل۔
؎ ”یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندہَ خدا بن ، یا بندہَ زمانہ“

یہی پیغام تو دے رہے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو اور اپنے گھر والوں کو یہی بات تو کہہ رہے ہیں
؎ ”اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ“

پھر آپ دیکھئے کہ یہ دل جس کی مجھے اور آپ کو فکر کرنی چاہئے اور جس کے لئے مجھے اور آپ کو تڑپنا چاہئے علامہ اقبال کیا کہتے ہیں
؎ خام ہے جب تک تو ہے مٹّی کا اک انبار تُو
پُختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تُو
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا دعا کی تھی **لِسَانَ صِدْقٍ** علامہ اقبال کیا کہتے ہیں
؎ ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
یہ گھڑی محشر کی ہے ،تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل ،عمل کوئی اگر دفتر میں ہے
یعنی حساب کتاب ہوگا تو اس وقت پوچھا جائے گا کہ بتا تیرے نام ااعمال میں کچھ ہے بھی
؎ پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
جب صحیح سجدے کیا جائیں گے صحیح نمازیں پڑھی جائیں گی پھر پتہ چلے گا کہ مسلمان کیسا ہوتا ہے اور ایسے ہی مسلمان کو جس کا دل تڑپتا ہوا ہو جس کے پاس قلب سلیم ہو جو دنیا کے لئے نہیں آخرت کے لئے مرنے والا ہو تو کیا کہتے تھے علامہ اقبال کیا دعا کرتے تھے

”خدا تجھے کسی طُوفاں سے آشنا کر دے ؎
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

”لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لئے ؎
بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جَلانے کے لئے
وائے ناکامی، فلک نے تاک کر توڑا اُسے
میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لئے”

” دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں ؎
لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کے لئے “

وہ کیوں یہ کہتے تھے کہ جو نیک لوگ ہوتے ہیں انہیں پہ آزمائشیں آتی ہیں تو میں نے جس شاخ کو دیکھا کہ اس پہ آشیانہ بنا لوں آسمان سے بجلی آئی اور اسی آشیانے اسی شاخ کو اس نے جلا دیا ہے اسی لئے وہ کہتے تھے کہ

”نشیمن پر نشیمن اس قدر تعمیر کرتا جا ؎
کہ بجلی گرتے گرتے آپ خود بے زار ہو جائے”

یعنی آزمائشوں سے نہیں لڑتا مسلمان وہ عمل کرتا چلا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ

“دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں ؎
لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کے لئے “

تو علامہ اقبال جو ہیں اگر آپ ان کی شاعری کو آپ پڑھیں تو ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ وہ اللّٰہ کو یاد کرتے ہیں آخرت کی فکر رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ مجھے اور آپ کو پیغام دیتے ہیں

“ یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے ؎
صنم کدہ ہے جہاں، لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللّٰہ
کِیا ہے تُو نے متاعِ غرور کا سودا
فریب سُود و زیاں، لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللّٰہ
یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بُتانِ وہم و گُماں، لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللّٰہ
یہ نغمہ فصلِ گُل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللّٰہ
اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حُکمِ اذاں، لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللّٰہ”

تو علامہ اقبال مجھے اور آپ کو ایک ہی پیغام دیتے ہیں اور پیغام یہ ہے کہ میں اور آپ اپنے اوپر غور کریں اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور پھر میں اور آپ دیکھیں کہ میں اور آپ کہاں کھڑے ہیں اور کیا کر رہے ہیں اور اس وقت دنیا کے حالات کیا ہیں

” بُت صنم خانوں کہتے ہیں مسلماں گئے ؎
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اونٹوں کے حدی خواں گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
خندہ زن ہے کُفر، احساس تجھے ہے کے نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں”

حضرت ابراہیم علیہ السلام کیا پیغام دیتے ہیں کیا کہتے ہیں اللّٰہ تعالی سے دعائیں کرتے ہیں اور اللّٰہ تعالی بتاتے ہیں **إِلَّا مَنْ أَتَى ٱللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (89)** کہ اللّٰہ تعالی کے پاس وہی شخص کامیاب ہوگا اسی شخص کو نفع ملے گا اسی شخص کو فائدہ ہوگا جس کے پاس قلبِ سلیم ہو تو یہ جو حضرت ابراہیم

علیہ السلام کا کردار پڑھا ہے تو ایک کام ہے کہ قلبِ سلیم کے لئے آپ کم از کم پانچ آیتیں جمع کریں مثلاً **فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ** پھر آپ دیکھیں سورۃ المطففین میں اللہ رب العزت کیا فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو کہ انکار کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالی کو بھول جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالی بھی کیا کرتے ہیں اللہ تعالی کہتے ہیں کہ پھر میں ان کے دلوں پر زنگ لگا دیتا ہوں آیات کا جب انکار کرتے ہیں۔ **كَلَّاۖ بَلْۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُواْ يَكْسِبُونَ (14**۔ سورت المطففین)

پھر وہ والی پتھروں کا بہنا پتھروں کا پھٹنا اور اس میں سے چشموں کا نکلنا دل سخت کیوں ہوجاتے ہیں یعنی دل کی جو کیفیت ہے قرآن اس کو کیسے کیسے بیان کرتا ہے تو آپ پانچ آیتیں کم از کم اس کے لئے جمع کریں اسی طرح کوئی حدیثیں جمع کریں

مفہوم حدیث۔ جیسے " ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے صحابہ بڑے حیران ہوئے کہا کہ نبی ﷺ کیا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور صحابہ نے پوچھا کہ دلوں کے زنگ کا علاج کیا ہے بڑے صحابہ پریشان ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت کی یاد اور قرآن کی تلاوت "۔ یہ ہے دلوں کے زنگ کا علاج تو آپ نے کم از کم دل سے متعلق تین حدیثیں یاد کرنی ہیں اب تک جو کام ملتا تھا یہ کہا جاتا تھا تلاش کریں اب یہ یاد کرنا ہے پانچ آیتیں تین حدیثیں ایک حدیث میں آپ کو اور سنا دیتی ہوں

مفہوم حدیث۔ "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر وہ توبہ کرتا ہے تو سیاہی دور کر دی جاتی ہے اگر توبہ کی بجائے گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے تو سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتی کہ اس کے پورے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے یہی وہ ران ہے" یعنی گناہوں کی سیاہی اس کا ذکر قرآن مجید میں ہمیں ملتا ہے سورت المطففین میں تو یہ دو حدیثیں ہو گئیں اسی طرح ایک اور حدیث کا میں آپ کو صرف عنوان بتا دیتی ہوں۔ **مفہوم حدیث۔** "مسجد نبوی سے رسول اللہ ﷺ نکلے تو دیکھا صحابہ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی موت کو یاد کرتے تو اس طرح کھل کھلا کر نہ ہنستے" یعنی دلوں کے اندر غفلت کیوں پیدا ہوتی ہے کہ موت کو جب انسان یاد نہیں کرتا تو بہرحال آپ تو ماشاءاللہ ڈھونڈیں گی تو ڈھونڈنے سے خدا مل جاتا ہے تو یہ چند باتیں ہیں ا اس کے ساتھ ساتھ چلتے چلتے آپ نے ایک اچھے دل کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے کم از کم پانچ شعر بھی یاد کرنے ہیں

آیت نمبر 90۔ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ
ترجمہ۔ (اس روز) جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی

اُس دن جنت مُتَّقِین کے قریب لائی جائے گی اب آپ دیکھیں کہ **أُزْلِفَتِ (ز ل ف)** سے ہیں اور **زُلف** کے معنی کیا ہوتے ہیں یعنی اسے دیکھیں وہ بال جو ہمارے بالکل ماتھے کے قریب ہوتے ہیں اور کبھی اس کو آپ کانوں سے اپنے سامنے لاتی ہیں کہ پیاری لگیں کبھی آپ اپنی گالوں پہ کبھی ماتھے پہ ڈالتی ہیں تو اس کا مقصد کیا ہوتا ہے کہ وہ بال بہت قریب ہوتے ہیں اسی سے کہتے ہیں ہم زُلف اس کا قریبی ہو گیا رشتے دار بن کے اس کی حیثیت ایسے ہو گئی جیسے کہ ہم زُلف یعنی قریبی کی اب یہاں بھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہہ رہے کہ مومن لوگوں کو جنت کی طرف جانا پڑے گا، چلنا پڑے گا، بھاگنا پڑے گا، کہا جا رہا ہے کہ ان کا تو شانِ شایان استقبال ہوگا اور وہ کون ہوں گے جو قلب سلیم رکھنے والے ہیں

آیت نمبر 91۔ وَبُرِّزَتِ ٱلْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ
ترجمہ۔ اور دوزخ بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے کھول دی جائے گی

اور **وَبُرِّزَتِ** کے معنی کیا ہوتے ہیں کسی چیز کو کھول کر رکھ دینا، کسی چیز کو ننگا کر دینا، کسی چیز کو بالکل واضح کر دینا تو اب جہنم کی طرف بھی جہنمیوں کو جانا نہیں پڑے گا بلکہ جہنم جو ہے گمراہوں کے لئے بالکل تیار ہے قیامت کے دن ان کے سامنے لائی جائے گی اس کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور جس جہنم کو وہ دور سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اس جہنم میں جانے کے لئے اتنی دیر کی ضرورت ہے جیسے کہ کسی چیز سے پردہ ہٹا دیا جائے **وَبُرِّزَتِ ٱلْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ۔** یہ **لِلْغَاوِينَ** کون ہیں جو مجرم ہیں جو مشرک، کافر اور منافق ہیں